E:\Al.Hikmah Work\الحکمة\Al Hikmah logo JPG.jpg not found.

خطبہ جمعہ

بعنوان

اسلامی فلاحی ریاست
کا عملی قیام (3)

سلسلة منبر الحکمة

177

بتاریخ: 27 دسمبر 2019

بمطابق: ۲۷ ربیع الثانی ۱٤٤٠ھج

بہ اہتمام

الحکمة انٹرنیشنل

5D1 ٹاؤن شپ، مادرِ ملت روڈ، نزد پائپ سٹاپ، لاہور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ، أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ:

اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی عملی صورتوں پر دو خطبات پیش کیے جا چکے ہیں۔ پہلے خطبے میں انفرادی کوشش اور دوسرے خطبے میں اجتماعی کوشش پر گفتگو کی گئی۔ اس خطبے میں ہم یہ بیان کریں گے کہ حکمرانوں پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور انہیں اس سلسلے میں کن کن امور پر عمل کرنا چاہیے، تاکہ اس وطن عزیز کو ریاستِ مدینہ جیسا بنانے کا حسین خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔

1: قانون سازی شریعت کے مطابق:

اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے سب سے بنیادی کام یہ ہے کہ اس وطن عزیز کی تمام تر قانون سازی شریعت کے مطابق کی جائے۔ تمام اداروں کو اسی قانون کے مطابق چلایا جائے جو کتاب وسنت کی روشنی میں بنا ہو۔ عہد نبوت اور دورِ صحابہ میں کوئی الگ سے دستور اور قانون نہیں بنایا جاتا تھا بلکہ منزل من اللہ اور فرامینِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہی تمام تر فیصلے کیے جاتے تھے اور اسی کے مطابق ہی جمیع نظام چلتا تھا۔

جدید مسائل میں اگر جدید احکام کی ضرورت پڑے تو اس کے لیے بھی فقہ واستنباط کا مرجع قرآن وحدیث ہی ہونا چاہیے۔ کسی کی بھی رائے کو شرعی نصوص پر ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ اسی طرح تاویلات اور حیلہ سازیوں سے قرآن وسنت کی من چاہی تشریحات و توضیحات سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ جس ملک میں شریعت کامل طور پر نافذ نہ ہو یا اس میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اللہ کی بیان کردہ حدود کا نفاذ نہ ہوتا ہو، وہ کس طرح امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتا ہے؟ اور کس طرح غالب آ سکتا ہے؟ پھر یہ کسی بھی مسلم ریاست کے لیے اختیاری معاملہ نہیں ہے کہ وہ چاہیں تو شریعت کو نافذ کر لیں، چاہیں تو نہ کریں، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے لازم و واجب ہے کہ اس کو ماننے والے ایمان کی قولی ہی نہیں بلکہ عملی تصدیق بھی کریں، یعنی اپنے تمام تر اعمال و افعال میں قرآن و سنت ہی کو ''قانون'' کا درجہ دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا نہ کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بتدریج تین وعیدیں بیان فرمائی ہیں:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾

[المائدۃ: 44]

''اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں، تو یہی لوگ کافر ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

[المائدۃ: 45]

''اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں، تو یہی لوگ ظالم ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

[المائدۃ: 47]

''اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں، تو یہی لوگ فاسق ہیں۔''

اس قدر شدید وعید ان ہی لوگوں کے لیے ہے جو زبانی طور پر تو اقرارِ ایمان کرتے ہوں لیکن عملی طور پر ان کے دلوں میں شریعت کی فوقیت نہ ہو بلکہ اس سے قصداً رُوگردانی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرتے ہوں۔

2: نظامِ عدل کی درستی:

نظامِ عدل درست کیا جائے۔غریب اور طاقتور کے لیے الگ الگ نہیں بلکہ یکساں قانون ہونا چاہیے۔ رشوت ستانی اور مال و منصب عدل فراہم کرنے میں آڑ نہیں بننے چاہئیں۔مجبور ومظلوم کی دادرسی ہونی چاہیے اور ظالم کی مذمت اور سزا کو یقینی بنایا جائے۔ یہ روش ختم ہونی چاہیے کہ سالہا سال تک لوگ حصولِ انصاف کے لیے عدالتوں کے چکر کاٹتے رہیں۔ عدل کے ادروں کو عام لوگوں کے لیے امن اور امید کی علامت ہونا چاہیے، نہ کہ خوف اور دہشت کی۔ عدل ایسا ہو کہ اس کی نظر میں بہ حیثیت انسان سب ایک جیسے ہوں، تبھی اس معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ ایسے قابل تقلید عدل کا عملی نمونہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کر کے دکھایا ہے۔ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کر لی۔ اب اسلامی نظامِ عدل کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جانا تھا،لیکن اس کے قبیلے والوں نے اس کو اپنی عزت کا مسئلہ سمجھا اور اس تگ و دو میں لگ گئے کہ اسے سزا نہ ملے۔ اس سلسلے میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیارے صحابی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا کہ وہ آپ ﷺ سے اس بارے میں سفارش کریں، کیونکہ اور کسی کو بھی اس کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔ چنانچہ جب سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس سلسلے میں بات کی تو سخت غصے کے باعث آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور خطبہ فرمایا:

((أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ؟))

''کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش لے کر آئے ہو؟''

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (مجھ سے غلطی ہوگئی) لہٰذا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میرے لیے بخشش کی دعا فرما دیجیے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا اِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَاِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيهِ الْحَدَّ، وَاِنِّى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهٖ لَو أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا))

''تم سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے تباہ و برباد کر دیا تھا کہ جب ان میں کوئی رُتبے والا چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے تھے۔لیکن میرا کردار یہ ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو یقیناً میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

چنانچہ اس کے بعد نبی ﷺ کے حکم پر اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

صحیح مسلم: 1688

جب کسی معاشرے میں اس طرح کا بے لاگ اور شفاف عدل ہونے لگے تو ذرا سوچیے کہ جرائم باقی رہیں گے؟ جب چور کو معلوم ہو گا کہ میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تو کیا وہ چوری کرے گا؟ جب زانی کو معلوم ہو گا کہ مجھے سنگسار کیا جائے گا یا کوڑے لگیں گے تو کیا وہ کسی کی عزت پر حملہ کرے گا؟ جب قاتل کو معلوم ہو گا کہ قصاص میں میری بھی گردن اڑا دی جائے گی تو کیا وہ کسی کی جان لے گا؟ ہرگز نہیں!! بلاشبہ نفاذِ حدود سے جرائم کی روک تھام ہو گی اور معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

3: لائق و فائق مجلس شوریٰ:

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب تک مکہ میں رہے قریش کی طرف سے طرح

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرح کے مظالم کا سامنا کرتے رہے اور سیاسی و معاشرتی زندگی مفقود رہی، لیکن ہجرت کے بعد جب پرامن ماحول میسر آ گیا تو آپ نے پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد ڈال کر اس کے اصول وضع کیے۔ چنانچہ مجلس شوریٰ کی اہمیت اور ضرورت محسوس کرتے ہوئے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شریکِ مشورہ کرنے لگے۔ مہاجرین صحابہ سے بالخصوص اور انصار صحابہ سے بالعموم مشاورت کی جاتی۔ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا عبداللہ بن رواحہ، سیدنا سعد بن معاذ، سیدنا سعد بن عبادہ اور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہم جیسے اصحابِ حل وعقد کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اسی سے بہ خوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ کسی بھی ریاست کے لیے مجلس شوریٰ کا باصلاحیت اور لائق ہونا کس قدر ضروری ہے۔

قومی اور عالمی سطح کے فیصلے کرنے والی مجلس شوریٰ نہایت ہی زِیرک، تعلیم یافتہ، باشعور، دین دار، دُور اندیش، باہمت اور لائق وفائق افراد پر مشتمل ہونی چاہیے۔ بعض لوگ حسنِ نیت اور شفاف کردار کے لحاظ سے تو بلند مقام رکھتے ہیں لیکن حالات پر ویسی نگاہ نہیں رکھتے جیسی درکار ہوتی ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ ایک کام میں ماہر ہوتے ہیں تو دوسرے میں نہیں۔ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے جداگانہ صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے، لہٰذا ہر ایک سے اس کی مہارت اور صلاحیت کے مطابق مشاورت کی جائے۔

البتہ اس کا بھرپور خیال رہے کہ کوئی نااہل شخص محض اپنے اثر ورسوخ یا مال ودولت کی بنا پر ایسی حساس مجلس کا حصہ نہ بن جائے، کہ جس کے بہ دولت قوم ہی کے سامنے نہیں بلکہ دنیا کے سامنے بھی سبکی ہو، یا پھر قوم کا وقار اور کردار مجروح ہو۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاورت میں مذکورہ بالا جو اصحاب شامل رہتے تھے ان کے احوال اور صلاحیتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کو کتنی اہمیت دی تھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور ریاست کے نظام کو درست طریقے سے چلانے کے لیے اور کسی بھی غلطی سے محفوظ رہنے کے لیے یہ کس قدر ضروری ہے۔

4: کرپشن کا خاتمہ:

کسی بھی ریاست کی تباہی میں کرپشن کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔ یہ اس ملک کی معاشی بدحالی کا ہی باعث نہیں بنتی بلکہ چوری چکاری، بدعنوانی، جھوٹ، فراڈ، دھوکہ دہی، غصب اور بہت سے بڑے بڑے جرائم کا بھی عادی بنا دیتی ہے۔ مالی معاملات میں جتنی بھی بدعنوانیاں ہیں؛ یہ سب سے بڑھ کر ہے، کیونکہ اس میں ایک دو یا دس بیس کا نہیں بلکہ پوری قوم کا مال کھایا جاتا ہے۔ یہ اس قدر شدید گناہ ہے کہ اگر اس کا مرتکب مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہوگا تب بھی اسے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں مدعم نامی ایک مجاہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ ٹھیک کر رہا تھا کہ ایک تیر آ کر اسے لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: اسے جنت مبارک ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَلَّا ، وَالَّـذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يوم خَيبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيهِ نَارًا))

''ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ اس نے جو چادر خیبر کے روز مالِ غنیمت کی چیزوں میں سے تقسیم ہونے سے پہلے (بلا اجازت) لے لی تھی، وہی اس پر آگ بھڑکا رہی ہے۔''

صحیح البخاری: 6707

غور کیجیے کہ مسلمانوں کے اجتماعی مال میں سے صرف ایک چادر کی خیانت سے جہنم کی آگ کی سزا ہوگئی......تو جو لوگ کروڑوں، اربوں، کھربوں کی کرپشن کر جاتے ہیں، ان کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا حال ہوگا؟ گویا دنیا بھی برباد اور آخرت میں بھی رُسوائی!!

کرپٹ افراد تب ہی اعلیٰ عہدوں تک پہنچتے ہیں جب میرٹ پر تعیناتی نہیں ہوتی۔ جب اقرباء پروری کرتے ہوئے یا رشوت کا مال کھا کر نااہل لوگوں کی تقرریاں ہوں گی تو سرکاری خزانے کا ایسا ہی حشر ہوگا۔

ہمارے تجربات و مشاہدات ہیں کہ کوئی بھی بندہ الیکشن جیتنے کے بعد جب اقتدار میں آتا ہے تو اس کی بعد والی زندگی کی عیش و عشرت پہلے والی سے یکسر مختلف نظر آنے لگتی ہے۔ یہی بنیادی خرابی ہے کہ جہاں سے حکمرانوں کے قول و فعل میں تضاد نظر آتا ہے اور وہ اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کا نعرہ لگانے کے ساتھ ساتھ بہت سے نمایاں کرپٹ افراد کو عہدوں پر بھی باقی رکھے ہوئے ہیں۔

جبکہ اسلامی ریاست کا خواب تب ہی شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے جب حکمران اپنے آپ پر اور اپنے وزراء پر یہ لازم کردیں کہ کوئی بھی بندہ سرکاری مناصب و ذرائع کا ناجائز استعمال نہیں کرے گا اور جو بھی ایسا کرتا ہوا پکڑا جائے گا اس پر بے لاگ کاروائی ہوگی۔

5: بیت المال کا قیام:

اسلامی ریاست میں ایک بیت المال ہونا چاہیے، جو ملک کے اقتصادی امور کو نمٹانے کے ساتھ ساتھ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے والا ادارہ ہو۔ زکاۃ کی وصولی اور شفاف انداز میں تقسیم بھی اسی ادارے کے ذِمے ہو۔

اگر صرف زکاۃ کی وصولی اور اس کی تقسیم کا نظام ہی شفاف بنالیا جائے تو ملک کی غربت ختم ہوسکتی ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہر ادارے کی طرح اس میں بھی کرپشن کی بہتات ہے۔ ورنہ دیانت داری کے ساتھ اگر اس فریضے کو انجام دیا جائے تو ملک میں کوئی غریب باقی نہ رہے، کیونکہ زکاۃ کا تو فلسفہ ہی نبی کریم ﷺ نے یہ بتلایا ہے کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

((تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِیَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ))

''زکاۃ مال دار مسلمانوں سے وصول کر کے فقراء مسلمانوں کو دے دی جائے۔''

صحیح البخاری: 4347

ذرا اندازہ کیجیے کہ وطن عزیز میں کتنے زیادہ دولت مند لوگ ہیں؟ جن کی زکاۃ کروڑوں میں بنتی ہوگی اور ایک آدمی کی زکاۃ سے بیسیوں نہیں سینکڑوں گھرانوں کی حالت بدل سکتی ہے۔ اگر اسی حساب سے تمام مال داروں کی زکاۃ غریب گھرانوں میں بانٹی جائے تو یقینی امر ہے کہ غربت کا خاتمہ ہو جائے۔

مگر افسوس کا پہلو یہ ہے کہ بہت سے لوگ تو زکاۃ نکالتے ہی نہیں ہیں، کیونکہ ایمان کی کمزوری یا علم وشعور کی کمی کی وجہ سے وہ اسے نعوذ باللہ بوجھ سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگ قانونی طور پر اسے معاف کروا لیتے ہیں، یعنی بنکوں میں اپنے آپ کو ایک خاص مکتب فکر کے لوگ باور کروا کر جان بخشی کروا لیتے ہیں۔ ایک المناک پہلو یہ ہے کہ جو زکاۃ دیتے ہیں ان کا سرکاری ادارے پر اعتماد نہیں ہے کہ یہ منصفانہ تقسیم کرتے ہوں گے، جس کی وجہ سے وہ اپنی صواب دِید پر جسے مناسب سمجھتے ہیں دے دیتے ہیں۔ جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ بھی مالِ زکاۃ ہتھیا لے جاتے ہیں جو درحقیقت مستحق نہیں ہوتے اور جو مستحق ہوتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک شفاف ادارہ قائم کرنے کی انتہائی ضرورت ہے، جہاں مسلمانوں کے مالی معاملات کے امور مکمل دیانت داری کے ساتھ نمٹائے جاتے ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے مالِ زکاۃ اور بیت المال کی شفافیت سنہری مثالوں سے قائم کر کے دکھائی ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ابن اُتبیہ رضی اللہ عنہ کو بنوسلیم سے زکاۃ کی وصولی کے لیے بھیجا۔ جب وہ زکاۃ وصول کر کے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حساب لیا۔ وہ کہنے لگے: یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے تحائف ملے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَبَيْتِ أُمِّكَ حَتَّى تَأْتِيكَ هَدِيَّتُكَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا))

''اگر تم سچے ہو تو پھر اپنے ماں باپ کے گھر میں ہی کیوں نہ بیٹھے رہے، تا کہ تمہارے تحائف تمہارے پاس وہیں پہنچ جاتے۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دینے لگے، ارشاد فرمایا: میں تم میں سے ایک آدمی کو زکاۃ کی وصولی کے لیے بھیجتا ہوں اور وہ واپس آ کر کہتا ہے: یہ آپ کا مالِ زکاۃ ہے اور یہ میرے تحائف ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر اسے اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھے ہی تحائف کیوں نہیں مل جاتے؟ اللہ کی قسم! کوئی بھی شخص زکاۃ کی کوئی چیز نہ ہتھیائے، ایسا نہ ہو کہ جب وہ قیامت کے دن آئے تو وہی چیز اٹھائے ہوئے آئے۔

صحیح البخاری: 7197

6: احتساب کا نظام:

جہاں بھی اجتماعی امور سے متعلق کسی کو کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہو وہاں احتساب انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ اگر احتساب نہ کیا جائے تو جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مترادف ہر ایک بندہ حکومتی مناصب و ذرائع سے من چاہے فائدے اٹھاتا رہے اور اسے کسی کا خوف و فکر نہ ہو۔ احتساب کے لیے ہمیں قرونِ اولیٰ سے راہنمائی لینی چاہیے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے سرکاری کارندوں کا بہت کڑا احتساب کیا کرتے تھے۔ آپ جب بھی کسی کو حکومتی عہدہ سونپتے تو اس پر یہ شرائط عائد کرتے کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا، چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائے گا، باریک لباس نہیں پہنے گا، کسی کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ضرورت پوری کرنے میں کوتاہی نہیں برتے گا اور اپنا دربان نہیں رکھے گا۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں کسی مقام سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے بہ آوازِ بلند کہا: آپ صرف شرطیں عائد کرکے اللہ کے ہاں سے بچ جائیں گے جبکہ مصر میں آپ کا مقرر کردہ گورنر عیاض بن غنم باریک لباس (یعنی شاہانہ لباس) پہنتا ہے اور اس نے اپنا دربان بھی رکھا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ جاؤ اور گورنر مصر جس حالت میں بھی ہو بلا کر لاؤ۔ جب محمد بن مسلمہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دروازے پر دربان بیٹھا ہے اور عیاض باریک لباس پہنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جاتے ہی کہا: امیر المومنین نے آپ کو طلب کیا ہے۔ عیاض بولے: ٹھہرو، میں قبا پہن لوں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: نہیں، اسی طرح چلنا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ اسی حالت میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچے تو آ نے ایک اُونی جبہ، بکریوں کا ریوڑ اور لاٹھی منگوائی اور گورنر سے کہا: یہ قمیض اتار کر یہ اُونی جبہ پہنو، یہ لاٹھی پکڑو اور بکریاں چرانے کے لیے چلے جاؤ۔ وہ کہنے لگے: اس زندگی سے تو موت اچھی ہے۔ آپ نے دوبارہ یہی حکم دیا۔ وہ پھر بولے: اس زندگی سے تو موت اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ایسے مت کہو، کیونکہ یہ زندگی ایسی بھی بری نہیں ہے، تمہارا باپ بھی بکریاں ہی چرایا کرتا تھا۔

کتاب الخراج، ص: 139

اس کے بعد اور کسی گورنر نے اپنی ذمہ داری سے سرتابی کی کوشش نہیں کی۔

اس واقعے سے جہاں کڑے احتساب کا درس ملتا ہے وہاں یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ حکمران کو چاہیے کہ اپنے ماتحت وزراء وغیرہ کو گاہے گاہے ان کی اصلیت سے روشناس کرتا رہے۔ جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ تمہارا باپ بھی بکریاں ہی چراتا تھا۔ جبکہ ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ عوام ہی کے ووٹوں سے ایوانوں میں پہنچنے والے خود کو الگ ہی کوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مخلوق سمجھنے لگتے ہیں اور وہ اپنے سیاہ کارناموں کے بعد بھی معززین والا برتاؤ ہی مانگتے ہیں۔ اگر بدعنوانیوں اور مالی بے ضابطگیوں کی وجہ سے جیل میں بھی چلے جائیں یا قانون شکنی کی وجہ سے انہیں سخت سزا کا آرڈر ہو جائے تو تب بھی انہیں لگتا ہے کہ یہ فیصلہ ہماری شان کے لائق نہیں، ہم بہت معزز لوگ ہیں، خواہ ہم سیاہ کریں یا سفید، ہمیں کھلی چھوٹ ہونی چاہیے۔

لہٰذا ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ نہ صرف کڑا احتساب ہو بلکہ سزا کی تنفیذ بھی ہو۔ البتہ احتساب کنندگان کو اللہ سے ڈرتے ہوئے حق اور میرٹ پر فیصلہ کرنا چاہیے، کسی سے عناد اور تعصب ان سے احتساب میں سختی نہ کروائے اور کسی سے محبت اور تعلق انہیں احتساب میں نرمی پر مجبور نہ کرے۔

7: سود کا خاتمہ:

ہم گزشتہ خطبے میں بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس ملک وریاست کی فلاح وترقی کیسے ممکن ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلانِ جنگ کر رکھا ہو؟ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہمارا سارا معاشی نظام ہی سود سے منسلک ہے۔ پھر اس فرمانِ رسول ﷺ سے بھی کوئی بے خبر نہیں ہے کہ سود کا ہلکا ترین گناہ ماں کے ساتھ رُوسیاہ کرنے کے مترادف ہے۔ اتنے قبیح وشنیع گناہ کی جب کوئی ریاست باقاعدہ اجتماعی طور پر بلکہ ملکی وعالمی سطح پر مرتکب ہو رہی ہو تو پھر وہ کس طرح یہ سوچ سکتی ہے کہ وہ اسلامی فلاحی ریاست بننے کی طرف گامزن ہے؟

یہ کس قدر نااہلی کی بات ہے کہ پوری اُمت مسلمہ مل بیٹھ کر ایسا معاشی نظام نہیں مرتب کر سکتی جو سود سے پاک ہو؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی سوچ وفکر مسلم حکمرانوں کی ترجیحات میں ہی نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو اسلامی فلاحی ریاست کا قیام بھی محض خواب ہی رہ جائے گا!!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

8: تعلیمی ترقی کے لیے کوشش:

کوئی بھی قوم تب بھی ترقی کی منازل طے کرتی ہے جب وہ علم و عمل میں مضبوط اور مستحکم ہو۔ تعلیمی ترقی کے لیے درج ذیل امور پر عمل درآمد نہایت ضروری ہے:

ا......حصولِ علم کی اہمیت، فضیلت اور ثمرات کے بارے میں آگاہی دی جائے۔ لوگوں کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے کہ وہ خود بھی علم سے محروم ہوتے ہیں اور اہمیت نہ جاننے کی وجہ سے اپنے بچوں کو بھی محروم ہی رکھتے ہیں۔

۲......تعلیم کی فراہمی مفت اور بلا معاوضہ کی جائے۔ لاکھوں کی تعداد میں ایسے بچے تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں جو اخراجات کو برداشت نہیں کر سکتے۔

۳......یکساں نظامِ تعلیم فراہم کیا جائے اور طبقاتی نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ قوم کو اگر تعلیم کے شعبے میں بھی طبقاتی تقسیم ہی ملے گی تو ایسی تعلیم سے وہ کیا حاصل کر پائیں گے؟ پھر طبقاتی نظام کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ نا اہل افراد محض اپنے مال و دولت کی بناء پر اہلیت اور صلاحیت کے حامل افراد کا استحصال کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا خاتمہ بہت ضروری ہے۔

۴......عصری تعلیم میں دینی تعلیم کو بطورِ لازمی مضمون شاملِ نصاب کیا جانا چاہیے۔ دینی تعلیم سے مراد ایسی تمام معلومات اور امور سے واقفیت جو ایک مسلمان کی زندگی کا قبلہ درست کر سکیں۔ ناظرہ قرآن، حدیثِ رسول، سیرتِ رسول اور تاریخ اسلام سے آگاہی بہت ضروری ہے۔

۵......عصری تعلیمی اداروں میں استاذ کا مقام بحال کیا جائے۔ ''مار نہیں پیار'' جیسے بظاہر خوش نما نعرے نے درحقیقت طلبہ کو اساتذہ کے مقابل لا کھڑا کیا ہے اور بدقسمتی سے طلبہ کو یہ سرکاری سطح پر ترغیب دی گئی کہ تم استاد کی شکایت متعلقہ تھانے میں کر سکتے ہو۔ ایسے معاشرے سے بھلا قوم کے معمار نکل سکتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۶......رسمی تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ غیر رسمی تعلیمی ادارے بھی قائم کیے جائیں، جن میں جدید ٹیکنالوجی سے آگاہی اور مختلف ہنر سکھائے جائیں، تا کہ نوجوان نسل تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہنر مند بھی ہو۔

۷......تعلیمی اداروں میں غیر نصابی سرگرمیاں بھی ہونا چاہئیں لیکن یہ ملحوظ رہے کہ خلافِ شرع نہ ہوں۔ المیہ یہ ہے کہ آج کے تعلیمی ادارے 'تفریح' اور 'غیر نصابی سرگرمی' کے نام پر سٹوڈنٹس کو ایسے لچر قسم کے مشاغل میں الجھا رہے ہیں کہ جن کا کسی شریف گھرانے میں ذکر بھی مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا اسلامی فلاحی ریاست میں بننے والے تعلیمی اداروں میں سے ایسی تمام واہیات کا خاتمہ نہایت ضروری ہے۔

۸......تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا خاص طور پر اہتمام ہونا چاہیے۔ تا کہ طلبہ اللہ و رسول کے احکام کے پابند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی معاشرتی اور گھریلو ذمہ داریوں سے بھی آگاہ ہوں۔

خطبہ رائٹر	خطبہ حاصل کرنے کے لیے	تاثرات اور مشورہ کے لیے
حافظ فیض اللہ ناصر	03034125519	حافظ شفیق الرحمٰن زاہد (مدیر)
03214697056	03014843312	03015989211
	03424449009	

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com